عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

غزالی

شوال ۱۴۳۹ھ / جولائی ۲۰۱۸ء

Reg No. P476

جلد: شش دھم

شمارہ: ۱۱

فہرست

فی شمارہ : 20/- روپے

سالانہ بدل اشتراک : 250/- روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

physiologist72@hotmail.com | www.darwaish.org | akhun82@gmail.com

رویتِ ہلال، رمضان اور عید

(۱)

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

پندرہ مئی بروز منگل رات گیارہ بجے ترکیہ میں بندہ کے سلسلے کے منتظم میاں وقار بادشاہ کی طرف سے پیغام ملا کہ یہاں روزے کا اعلان ہو گیا ہے۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں ترکیہ کی حکومت سب سے زیادہ اسلام کے قریب ہے۔ آج کل سارے بڑے شہر پٹرول، ڈیزل، گھریلو چولہوں اور کارخانوں کے دھوئیں اور گرد وغبار کی وجہ سے شدید غبار آلود ہیں، یہاں تک کہ پشاور شہر میں کھڑے ہو کر گرد کی وجہ سے لنڈی کوتل کا تاتارا پہاڑ نظر نہیں آتا۔ ایسی صورتحال میں ابر آلود اور غبار آلود کا ایک ہی حکم ہے۔ ایسی صورت میں روزے کے لئے ایک گواہی یعنی خبرِ واحد کافی ہوتی ہے جبکہ عید کے لئے دو گواہیاں کافی ہوتی ہیں۔ فقہ کا اصول جو فقہاء کے ہاں زیادہ اکثریت سے مانا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مشرق کی رویت (چاند نظر آنا) مغرب کے لئے حجت ہے بشرطیکہ صحیح واسطے سے یہ خبر وہاں تک پہنچ جائے۔ اختلافِ مطالع (یعنی مختلف جگہوں پر مختلف وقت میں چاند کا نظر آنا) صحابہ کرام کے دور میں اس مجبوری کے تحت مانا گیا تھا کہ بروقت صحیح رابطے سے خبر پہنچنے کے حالات نہیں تھے۔ اب جب وہ عذر اٹھ گیا تو مشرق کی رویت مغرب کے لئے محکم اصول کے طور پر سامنے آ گئی۔ بندہ کے سامنے یہ بات آئی کہ مفت میں ایک روزے اور تراویح کی فضیلت حاصل ہو رہی ہے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ تراویح بھی پڑھ لی اور روزہ بھی رکھ لیا۔ باطنی ادراک والوں کی یہ رائے تھی کہ ترکیہ کی تیس روزوں کے بعد عید ہو گی، باقی دنیائے اسلام اور پوری دنیا نیز صوبہ سرحد کے بشمول بھی انتیس دن بعد عید ہو جائے گی جبکہ پاکستانی

رویتِ ہلال کمیٹی اور برناڈیالیب مکتبہ فکر (School of Thought) اپنی روایتی ہٹ دھرمی اور ضد کا ثبوت دیتے ہوئے عید کے دن ضرور روزہ رکھوائیں گے۔ بندہ کی سارے مریدوں کو تاکید ہے کہ ترکیہ کی رویت کے پیشِ نظر ایک قضاء روزہ رکھ کر ۳۰ پورے کرلیں، کیونکہ اہلِ تصوف کے لئے ہر موقعے پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔ عید کے بارے میں صورت حال یہ ہوئی کہ ڈیرہ اسماعیل خان سے عدنان ہاشمی نے ٹیلفون کیا کہ اس نے چاند دیکھ لیا ہے۔ عدنان بندہ کا ایک بدنی لحاظ سے اور نظر (Eye Sight) کے لحاظ سے بہت اعلیٰ صحت کا مالک مرید ہے۔ بندہ نے اسے بتایا کہ آپ اگر روزہ نہ رکھیں تو آپ پر قضا، کفارہ نہیں ہے البتہ عید کی نماز عید کے دوسرے دن پڑھیں۔ اپنے محلے کے دو افراد نے گواہی دی۔ عشاء سے پہلے گردو پیش کے دیہات سے پچاس سے اوپر گواہیاں آگئیں۔ قاسم علی خان کی کمیٹی جو گزشتہ تین سو سال سے کام کر رہی ہے، اس کے محتاط علماء اور مفتی حضرات نے فیصلہ کردیا لہٰذا رویت ہلال اور برناڈیالیب کی سائنسی اطلاعات کہ چاند نہیں دیکھا جاسکے گا کی خبر جو کہ نہ خبر (No News) کے حکم میں تھی، کے مقابلے میں مفتی حضرات کے رویت کے فتوے کو قبول کرتے ہوئے ہم نے اپنے سلسلے میں عید کا اعلان کردیا۔ یہ احتیاط ساتھیوں کو بتادیتے ہیں کہ اگر حکومت گرفتاریاں وغیرہ کرے اور تکلیف اور اذیت (Torcher) دے تو افطار تو کرلیں لیکن بوجہ مجبوری عید کی نماز دوسرے دن پڑھ لیں۔

(۲)

(انجینئر ثاقب علی خان صاحب، حال مقیم امریکہ)

امریکہ میں رہتے ہوئے بندہ کو حیرت ہوتی ہے کہ ساری دنیائے اسلام اور پورا کرۂ ارض (Globe) رویت کا اعلان کرکے عید کرلیتا ہے جبکہ پاکستان کی رویت ہلال کمیٹی اور برناڈیالیب کے سائنسی شاگرد پوری ہٹ دھرمی کے ساتھ عید کے دن لوگوں کو روزہ رکھوا لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں بندہ نے

اپنے شیخ کے پانچ چھ مضامین اس مسئلے پر پڑھے اور اس نتیجے پر پہنچا کہ رویت ہلال کا مسئلہ مفتیوں کے شعبے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک طبی مسئلہ ہے جس میں ڈاکٹر کی رائے معتبر ہوگی۔ بندہ کے شیخ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کی ڈاکٹری رائے کے مطابق انسانی نظر 6/6 (Six by Six) ہوتی ہے، اس سے زیادہ تیز نظر 6/5 ہوتی ہے جبکہ بعض لوگوں کی 6/5 سے بھی زیادہ تیز نظر ہوتی ہے۔ محکمہ موسمیات پاکستان اور جامعۃ الرشید کے ادارہ اپنے بیان میں اس بات کا اقرار کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہوں پر چاند دیکھنے کا بہت خفیف امکان ہے یہی وہ خفیف امکان ہے جس کو 6/5 اور اس سے زیادہ تیز نظر دیکھ لیتی ہے اسی لئے رویت ہلال کے لئے گواہی مقرر کی گئی ہے کہ سب لوگ اس کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ جم غفیر کا دیکھنا غبار آلود شہروں میں تو ممکن ہی نہیں۔ جم غفیر کا لفظ ذرا بھاری ہے جس سے یہ تأثر ملتا ہے کہ جم غفیر کہیں سیکڑوں ہزاروں لوگوں کو کہتے ہوں گے۔ جم غفیر کے بارے میں رویت ہلال کے سلسلے میں کوئی واضح بیان موجود نہیں ہے ہاں کسی جگہ اندھا قتل ہو جائے تو وہاں سے مشکوک جم غفیر کو گرفتار کیا جائے گا جس کی تعداد پچاس ہے لہٰذا جم غفیر کے لئے اسی مسئلے پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ بندہ کی یہ درخواست ہے کہ پاکستانی رویت ہلال کمیٹی اپنی روایتی ہٹ دھرمی اور ضد کو چھوڑ کر دنیائے اسلام اور عالم انسانیت (Globe) کے دائرے میں آجائے۔

اطلاع

ان شاء اللہ سلسلے کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ جولائی بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ڈھوڈیال خانقاہ نزد ہزارہ یونیورسٹی ڈھوڈیال مانسہرہ میں منعقد ہوگا۔

پشاور سے روانگی ۱۳ جولائی بعد از نماز جمعہ بوقت ۱:۳۰ ہوگی۔

برائے رابطہ: 0332 193 8443, 0313 955 1030

الیکشن

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

الیکشن میں کھڑے ہونے والے نمائندوں کی الیکشن کے سلسلے میں آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔ تصوف کے سلاسل اور خانقاہیں، مسجدیں، تبلیغی تحریک اور تحریک ختم نبوت ایسے ادارے ہیں کہ جن کے ساتھ ساری امت اور ساری پارٹیوں کا تعلق ہے۔ چانچہ بندہ کے پاس بھی سبھی کی آمد و رفت رہتی ہے۔ بندہ نے سب کے لئے ایک آسان اور عجیب جواب گھڑا (بنایا) ہوا ہے۔ چنانچہ وہ جمہوری پارٹیاں ہوں یا جمہوری دینی پارٹیاں ہوں، بندہ سب سے کہتا ہے کہ میں کسی پارٹی میں بھی نہیں ہوں اور میں سب پارٹیوں میں ہوں۔ اس سے وہ حیران رہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس میں آکر آپ خدمت خلق کر سکتے ہیں، حق والے کو حق دلا سکتے ہیں، ناحق کو سمجھا سکتے ہیں، ظالم کو روک سکتے ہیں، دین کے خلاف کوئی بات ہو اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں، یہ بات ہر نمائندہ ہر پارٹی میں رہ کر کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ سب کو میری نصیحت ہے کہ اپنے الیکشن کا ہدف (Target) اسی بات کو رکھیں۔ پھر بطور دعا ان سے بھی ہاتھ اٹھوا کر یہ کہتا ہوں "یا اللہ! حق کو فتح نصیب فرما، باطل کو مغلوب فرما، خدمت کو فتح نصیب فرما، رشوت کو مغلوب فرما، حق (Merit) پر فیصلے کرنے والوں کی مدد فرما، ایک کا جائز حق مار کر دوسرے کو دینے والے کو مغلوب فرما، سچ کو فتح نصیب فرما، جھوٹ کو مغلوب فرما، اسلام کی خدمت کرنے والے کو فتح نصیب فرما، اسلام کے خلاف آواز اٹھانے والے کو مغلوب فرما۔" اس دعا کے بعد اس نمائندے (Candidate) سے کہتا ہوں کہ امید ہے کہ آپ کے حق میں دعا ہو گئی۔ ظاہر ہے اس نے اس کے خلاف کیا جواب دینا ہے۔ نمائندے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دیانت داری اور امانت

کا ثبوت دے اور اپنے عہدے، حیثیت اور پوسٹ کو بد دیانتی کے لئے استعمال نہ کرے یعنی نمائندے میں دیانت، امانت ہو، لوگوں کے مسائل کو پورے دلائل کے ساتھ پیش کر سکے یعنی اس میں وکالت ہو، تیسری بات اس میں شجاعت ہو، حق کے خلاف جتنی مشکلات پیش آئیں ان کا مردانہ وار مقابلہ کرے۔ یحییٰ خان یا پرویز مشرف کی طرح بزدل نہ ہو کہ دشمن کے آگے ڈھیر ہو کر ہتھیار ڈال دے۔ عقل کامل والا ہو، اس کو کوئی دھوکہ نہ دے سکے۔ کسی بادشاہ کے دربار میں عمر فاروقؓ کے بارے میں مسلمان نمائندے سے پوچھا گیا کہ تمہارے خلیفہ کی کیا صفات ہیں۔ اس نمائندے نے کہا کہ دھوکہ دیتا ہے نہ دھوکہ کھاتا ہے۔ بادشاہ حیران ہو کر سٹ پٹا اٹھا، پشتو میں ہم کہتے ہیں حق دھك حیران شو، کہ اس آدمی نے دو لفظوں میں اپنے خلیفہ پر اتنا عظیم الشان اور دانشورانہ تبصرہ کر لیا کہ فلسفہ اور حکمت کی کتابیں اس کا جواب نہیں پیش کر سکتیں۔ دھوکہ نہیں دیتا یعنی دیانت امانت کا مالک، دھوکہ نہیں کھاتا یعنی کامل ذہانت کا مالک ہے۔ یہی دو باتیں ہیں جو ایک کامل شخصیت کی اہم ضرورت ہے۔

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے

جہاں گیر و جہاں دار و جہاں باں و جہاں آرا

(جہاں گیر: دنیا کا فتح کرنے والا۔ جہاں دار: دنیا کو قابو میں رکھنے والا، جہاں باں: دنیا پر حکومت کرنے والا، جہاں آرا: دنیا کو خوبصورت بنانے والا)

آخر میں ایک بات بتاتا چلوں کہ جو کوئی بھی مسجد، تصوف کے سلاسل، تبلیغ کی تحریک اور تحریک ختم نبوت کو مروجہ سیاست کے لئے استعمال کرے گا وہ دین کو سخت نقصان پہنچائے گا اور خدا کے نزدیک اپنی کوتاہی کا ذمہ دار ہوگا۔

☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ ۔ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ (قسط۔۹۷)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب، پشاور)

اہلِ حدیث کا دعویٰ:

فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور ڈاکٹر طارق صاحب ایک دوست اہلِ حدیث ڈاکٹر صاحب کی شادی میں گئے۔ ہم نے کبھی ان کے مسلک کو نہیں چھیڑا تھا نہ کبھی انھوں نے ہم سے بحث کی تھی۔ درہ آدم خیل کا ایک خاندان سعودی عرب میں رہ کر اہلِ حدیث ہو گیا تھا، ان کے ہاں رشتہ ہوا تھا۔ نکاح پڑھنے کے لئے اہلِ حدیث کے پشاور مرکز کے شیخ صاحب گئے ہوئے تھے۔ ہم بھی مجلس میں بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب کا خیال تھا کہ سبھی اہلِ حدیث ہیں۔ انھوں نے اہلِ حدیث مسلک کی دعوت شروع کی اور کرتے کرتے حنفیوں اور باقی مقلدین کی تکفیر پر آ گئے۔ جب بات تکفیر تک آ گئی تو مجھے خیال ہوا کہ اب اس آدمی کو روکا جائے۔ میں نے کہا کہ شیخ صاحب ذرا صبر کریں، اس طرح تو کوئی بھی نہیں کہہ رہا کہ حدیث میں یہ بات اس طرح ہے لیکن ہم حدیث کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے قول کو لے رہے ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

تم بھی کہتے ہو کہ ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں، ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔ تم بھی حدیث پیش کرتے ہو، ہم بھی حدیث پیش کرتے ہیں۔ پھر آگے ایک کی حدیث قوی اور دوسرے کی ضعیف کی بحث ہوتی ہے۔ پر یہ جرأت کوئی بھی نہیں کرتا کہ کہے قرآن و حدیث میں تو اس طرح آیا ہوا ہے اور میں اس کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کی بات کو لے رہا ہوں۔ شیخ صاحب کو خیال آیا کہ سب اہلِ حدیث نہیں ہیں اور آگے سے اس بندے (یعنی میں) نے Technical اور علمی بات بھی کر لی۔ میں نے کہا کہ شیخ صاحب! آپ تو بڑے دعوے کرتے ہیں کہ سعودیہ میں بالکل ایسے ہے جیسے ہم

ہیں لیکن سعودیہ کی ساری عدالتوں میں جس نے تین طلاق کہی ہو اس پر تین کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے اگرچہ امام محمد بن عبدالوہاب نجدی بہت زیادہ امام ابنِ تیمیہؒ کے تائید کرنے والے ہیں اور باوجود حنبلی ہونے کے کہتے ہیں کہ میں توحید میں ابنِ تیمیہؒ کے مسلک پر ہوں لیکن حکومت نے حنبلی فقہ کا فیصلہ نافذ کیا ہے اور امام ابنِ تیمیہؒ یا محمد بن عبدالوہاب نجدی کا فیصلہ نہیں لیا۔ ان کی ساری عدالتوں میں اسی طرح ہو رہا ہے۔

بس پھر شیخ صاحب پنچر ہو گئے۔ کہنے لگے کہ کیا کریں حکومتیں بعض باتیں اپنی مرضی سے کرتی ہیں اور حکومتوں والے تو ایسے ہوتے ہیں اور ویسے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو بہر حال سعودی عدالتیں تین طلاق کا فیصلہ تین پر ہی کرتی ہیں، آپ کی طرح ایک پر نہیں کرتیں۔ جنازہ بھی وہاں خاموش پڑھا جاتا ہے جب کہ آپ لوگ جہر سے پڑھتے ہو، وہ چار تکبیروں سے پڑھتے ہیں، آپ آٹھ تکبیروں سے پڑھتے ہو۔ اس طرح کی نمازِ جنازہ تو پورے سعودی عرب میں نہیں ہوتی! بس پھر شیخ صاحب نے اس مسئلے کو چھوڑ کر دیگر موضوعات پر باتیں شروع کر دیں۔ ان میں سے ایک ہی آفریدی خاندان اہلِ حدیث ہوا تھا، باقی نہیں تھے۔ باقیوں نے بڑا سکھ کا سانس لیا اور اپنے مخصوص آفریدی لہجے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''شکر ہے ایک آدمی ہمارا بھی آیا ہوا تھا مجمع میں۔''

اہلِ حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم حدیث کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سے زیادہ سمجھتے ہیں جبکہ ہمارا، اہلِ سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ہم قرآن وسنت پر اس طرح چلیں گے جس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلے۔ پہلے شاگرد چونکہ وہ تھے لہٰذا ان سے زیادہ سمجھ والے ہم نہیں۔

تصوف آدھا فن ہے اور آدھا فضل ہے:

فرمایا کہ بیعت تو لوگ ہو جاتے ہیں پر کام نہیں کرتے۔ کام کیا ہے! ذکر اذکار کی ترتیب کو سیکھ کر، مراقبات کی ترتیب کو سیکھ کر، اس ترتیب پر عمل کرے اور مکمل کرے اور جلد از جلد مکمل کرے۔

تب بات بنتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جن رذائل کے بارے میں جتنی جتنی آگاہی ہورہی ہو اس کا شیخ کے آگے تذکرہ کرے اور ان کو دُور کرنے کے لئے مشورہ کرے۔ دس رذائل کے ٹوٹنے کے بعد پھر دس ہی فضائل ہیں جن کا احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ کیا ہے، پھر ان کو حاصل کرنے کے لئے مشق کرنی ہے، دس مہینے کم از کم اس کے لئے ہوں۔ مشق سے یہ ہوتا ہے کہ اس بات کی طرف آدمی کا دھیان لگ جاتا ہے، ورنہ یہ مشق ہے تو ساری زندگی کی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت کے قریب نفس اور شیطان نے میرے ساتھ یہ ترتیب چلائی کہ میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ بڑے شیخ ہو، بہت بڑا مجمع آئے گا جنازے میں، بڑی شان بنے گی، گویا اس وقت بھی شیطان رِیا پر ڈالنے کی ترکیب کر رہا تھا کہ اس کی یہ نیت ہو جائے اور یہ فکر بن جائے کہ ایسا جنازہ ہو اور ایسے لوگ آئے ہوئے ہوں تو اس وقت اس پر ہمارا وار کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے کوشش تو مرنے تک کرنی ہے۔ انسان دس مہینے رذائل کو دور کرنے اور دس مہینے فضائل کو حاصل کرنے میں اور ذکر اذکار کا نصاب مکمل کرنے میں لگا لے تو فن کے طور پر یہ چیز اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس لئے کتاب ''اصلاحِ نفس'' میں یہ بات میں نے لکھی ہے کہ تصوف آدھا فن ہے اور آدھا فضل ہے۔

فن کے طور پر مشق کراتے کراتے ہم آدمی کو یہ بات سکھا دیتے ہیں کہ اس کو ہر وقت یہ دھیان ہو کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ حاضر ناظر ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور اللہ میرے ساتھ ہے۔ مراقبات اور اذکار سے یہ دھیان حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر جب قبولیت ہو جائے تو وہ فضل ہے۔ اس کے بعد پھر نسبت ہے۔ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک لڑکے نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور آدھا کام ہو گیا ہے، بس آدھا باقی ہے۔ پوچھا آدھا کام کیسے ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں بالکل تیار ہوں، بس وہ تیار ہو جائے تو باقی آدھا

بھی ہو جائے۔ فَاذْكُرُوْنِي (مجھے یاد کرو) تو مشق کرنے سے ہو جاتا ہے، پھر جب آگے سے اَذْكُرْكُمْ (میں، یعنی اللہ، تمہیں یاد کروں گا) ہو جائے تو پھر بات بنتی ہے، کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ پھر من جانب اللہ اس کے ساتھ اللہ پاک کی طرف سے تعلق کا القاء ہو جاتا ہے، بات تب بنتی ہے۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ:

فرمایا کہ ہم جس وقت پڑھتے تھے اس زمانے میں کالجوں میں سیاست بہت ہوتی تھی۔ جو ذرا Talented (قابل) اور باہمت طلبا ہوتے تھے وہ طالبعلم رہنما بن جاتے، تقریریں کر رہے ہیں اور الیکشن لڑ رہے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا کہ جو باقی خوار طلبا ہوتے تھے وہ پڑھ لکھ کر ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بن جاتے تھے یا سی ایس ایس کر جاتے جبکہ یہ طالبعلم راہنما ہی رہ جاتے۔ کچھ عرصہ بعد جب ان کے کلاس فیلو طالبعلم فارغ ہو کر پوسٹوں پر آجاتے تو یہ طالبعلم راہنما سفارشوں کے لئے جاتے اور کام ہو جاتا تو بڑے خوش ہو جاتے۔ ہمیشہ کیلئے نیا افسر جب آتا ہے تو پہلے وہ اپنے یار دوستوں لنگوٹیوں کے لئے کام کر رہا ہوتا ہے، پھر اس کو پتا چلتا ہے کہ ان سے تو کچھ حاصل نہیں ہے، حاصل تو اس طریقے سے ہونا ہے کہ اہم لوگوں کے کام کریں تا کہ ان سے تعلقات بنیں، پھر کچھ عرصہ بعد مزید دانشور بنتا ہے تو کہتا ہے کہ اہم لوگوں کا کیا، قائداعظم صاحب کے لئے کام کریں گے تو اصل فائدہ ہوگا۔ قائداعظم کیلئے کیسے کام کرتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں نا آپ لوگ! (مجمع میں سے کسی نے جواب دیا کہ رشوت لے کر) جیسے کہتے ہیں کہ فلانکے افسر دہ چا ہم نہ منی، قائداعظم سفارش منی (یعنی فلاں افسر تو کسی کی سفارش نہیں مانتا، صرف قائداعظم کی سفارش مانتا ہے) لوگ پوچھتے ہیں: ھغہ خو مڑدے، کم زے نہ بہ ئی راولو؟ (یعنی وہ تو مر چکے، اب کہاں سے لائیں انہیں؟) تو جواب ملتا ہے: چرتہ مڑدے! ھر وخت جوئندے دے، اولیاء اللہ مڑوی چرتہ۔ (یعنی کدھر مر چکے، وہ تو ہر وقت زندہ ہیں، اللہ کے ولی بھی کبھی مرتے ہیں کیا؟) تو اس مال کا انجام پھر نکلتا

ہے: خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۔یہ نہیں کہا: ذٰلِكَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ بلکہ کہا گیا: ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ یعنی دنیا بھی خوار اور آخرت بھی خوار، یہی تو وہ خسارہ ہے جس کے بارے میں ہم آپ سے بات کر رہے ہیں۔اس میں "هُوَ" کا اپنا زور ہے اور پھر خسران کے ساتھ "ال" کی تاکید آئی اور پھر "مبین" کے ساتھ "ال" کی تاکید ہے۔اس کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کتنا مشکل کام ہے۔اسی لئے شاہ صاحب تین چار جملے لکھتے ہیں: یہی تو وہ خسارا ہے جس سے تمہیں آگاہ کیا جارہا ہے، اس کے نتائج تمہارے سامنے آجائیں گے، پھر تم دیکھ لوگے تو خود تمہیں تجربہ ہو جائے گا.... یہ ساری باتیں ان تاکیدات میں سماتی ہیں۔لیکن ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ تو نتیجہ (Result) ہوتا ہے جو کہ پانچ، چھ مہینے، سال، دو سال کی کارکردگی کے بعد آتا ہے، کارکردگی کے دوران نہیں نظر آتا۔

ایک مجلس میں ایک آدمی نے کہا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے قاتلوں کا تقریباً سب کا برا انجام ہو گیا۔ایک قاتل اس مجلس میں بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا کہ کیا برا انجام ہوا یار، میں بھی انہی میں سے ہوں، میں تو ٹھیک ٹھاک پھر رہا ہوں، مزے کر رہا ہوں۔وہاں سے جو گھر گیا تو چراغ ٹھیک کر رہا تھا کہ آگ لگی اور جل کر مر گیا۔عمرو بن سعد جو کہ اس بارہ ہزار کے لشکر کی قیادت کر رہا تھا، اس کے ساتھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے مذاکرات کئے اور پوچھا کہ تم کیوں ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں کیا کروں، میں جرنیل ہوں یزید کا، اتنی میری تنخواہ ہے، اتنی میری جائیداد ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ جائیداد اپنی جائیداد سے دے دوں گا۔وہ نہیں مانا۔اور بھی دو تین عذر تھے اس کے۔پھر اس عمرو بن سعد کو بیٹے سمیت قتل کیا گیا ہے اور قاتلوں نے کہا کہ تمہارا قتل تو قتلِ حسین کے بدلے میں ہے اور تمہارے بیٹے کا قتل ان کے بیٹے کے قتل کے بدلے میں ہے۔تو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ یہ ہوتا ہے۔

مجاہدہ:

فرمایا کہ سنت پر نفس کی خواہش کو قربان کرنا پھر مفادات کو قربان کر کے حکم کو لینا، پھر نفس کے مزوں کو چھوڑنا.... اس ٹیسٹ کو پاس کرنا ہوتا ہے اور اس کے بعد بات بنتی ہے۔ باطن میں ایک صفائی ہوتی ہے جو ان مجاہدات کے بعد آتی ہے۔ بس پھر اس صاف تختی پر لکھنا تو اتنا لمبا کام نہیں ہوتا، تھوڑی دیر میں لکھ لکھا کر آدمی کو فارغ کر دیتے ہیں۔ وقت جو لگتا ہے وہ صفائی پر لگتا ہے۔

بدگمانی کی جگہ نیک گمان کی مشق:

فرمایا کہ میں ایک دفعہ رائیونڈ میں تھا، وہاں ایک مقیم بزرگ ہوتے تھے بلال صاحب، اللہ کے احسان سے میرے ذاتی دوست تھے، پشاور آتے تو میرے پاس ٹھہرتے تھے، ان سے کئی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔ ایک دفعہ ہندوستان میں ایک ہندو کو دعوت دے رہے تھے، اس نے کہا کہ تو کہتا ہے کہ اللہ سب کچھ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے، اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو اس پکوڑوں کی کڑاہی میں ہاتھ ڈالنا ذرا! اس نے پکوڑے تلنے کے لئے کڑاہی چڑہائی ہوئی تھی۔ پانی ابلنے کا درجۂ حرارت ایک سو ڈگری سنٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ تیل کا دو سو ڈگری ہوتا ہے جو کہ بہت سخت گرم ہوتا ہے۔ میرے تو چونکہ دوست تھے، اس کے بعد جب پشاور آئے تو میرے پاس ہی ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: ''بلال صاحب! تیل والا واقعہ کیسے ہوا تھا؟'' انھوں نے کہا: ''میں دعوت دے رہا تھا، اس ہندو نے مجھے طعنہ دیا کہ تو کہتا ہے اللہ سے ہوتا ہے، چیزوں سے نہیں ہوتا، تو اس میں ہاتھ ڈالنا!'' میں نے پوچھا: ''پھر آپ نے کیا کیا؟'' کہنے لگے: ''میں نے ہاتھ ڈال دیا، جب باہر نکالا تو صحیح سالم تھا، کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔''

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو تبلیغ کی اصلی ترتیب ہے اس میں چار مہینے لگانے کے بعد پھر بیعت ہو کر تفصیلی سلوک سے گزرنا ضروری ہے۔ محنت اور ہمت والے لوگ تو کرتے

ہیں۔ بلال صاحب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جو مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور اس وقت تبلیغ کے امیر تھے۔ ہمارا بھی ۱۹۶۹ء میں ان سے بیعت کا تعلق قائم ہوا۔ مجھ سے بلال صاحب نے کہا: ”ڈاکٹر صاحب کیا حال ہے آپ کے دوسرے دوست ڈاکٹر سلیم کا؟ وہ کدھر گیا؟“ میں نے کہا: ”جی وہ تو ایران چلا گیا جہاں نہ اذان کی آواز نہ جماعت کی نماز، سارے فضائل سے محروم ہو گیا۔“ بلال صاحب کہنے لگے: ”نہیں بھائی! ایسی جگہ تو جب آدمی اذان دے کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ہوتا ہے، مسجد والے کو تو ستائیس نمازوں کا ہوتا ہے پر اس کو پچاس کا ثواب ہوتا ہے۔“ تو ان کو حضرت جیؒ نے اس مشق پر ڈالا ہوا تھا کہ بدگمانی کی جگہ نیک گمان کی مشق کرو۔ انھوں نے فوراً نیک گمانی والا تذکرہ کیا کہ اس پہلو سے سوچنا چاہیے۔

مولانا محمد احمد صاحب جو رائیونڈ میں بیان کیا کرتے ہیں ان کے ساتھ میرے تین سفر ہوئے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں بستی نظام الدین میں ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ڈاکٹروں نے کہا ہوا تھا کہ آپ عصر کے بعد ذرا باہر نکل کر چلنا پھرنا کیا کریں، ذرا چہل قدمی ہو جائے کیونکہ صحت متاثر ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرتؒ نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ دہلی کے تبلیغی مرکز میں ہماری حاضری ہوئی ہے، جس جگہ یہ مرکز ہے اسے اب نئی دہلی کہتے ہیں، اس زمانے میں یہ بیابان تھا، مغلوں کے شکار کی جگہ تھی، وہ یہاں آیا کرتے تھے، ایک چھوٹی سی مسجد بھی انھوں نے بنائی تھی اور اس کے ساتھ مکان بھی تھا جس میں ٹھہرتے تھے اور بیابان میں شکار کرتے تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے اپنے بڑے بڑے مقبرے اس جگہ بنائے ہوئے تھے، ان میں ایک مقبرۂ ہمایوں ہے، اس کے پاس سے جو ہم گزرے تو ایک بہت بڑی عمارت ہے، اتنی بڑی کہ اس میں ایک مسجد یا مدرسہ یا آٹھ دس غریب آدمیوں کے گھر بن سکتے تھے بجائے قبر پر تعمیر کرنے کے۔ مولانا محمد احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ”حضرت! یہ دیکھیں مغلوں نے کیا بے وقوفیاں کی ہوئی ہیں جو اتنی تعمیرات کی ہیں۔“ حضرت نے فوراً کہا: ”بھائی! اگر یہ پیسہ یہاں نہ لگتا اور معصیت میں لگتا تو

پھر؟ معصیت سے تو بچا ہے نا! مزدوروں کی مزدوری تو لگی ہے نا، میٹیریئل والوں کا میٹیریئل بکا ہے، اتنے فوائد تو ہوئے ہیں۔'' اس طرح حضرت نے فوراً بدگمانی کو نیک گمان کی طرف موڑ دیا۔

خیرالقرون میں ظاہر و باطن کی اصلاح:

فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی پوری تاریخ اور امتِ مسلمہ کے پورے چودہ سو سالہ حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ ظاہر و باطن کی اصلاح ساتھ ساتھ رہی ہے، ان کو کبھی علیحدہ نہیں سمجھا گیا۔ حضور ﷺ ظاہر و باطن کا مجموعہ تھے اور تاثیر کا یہ حال تھا کہ حالتِ ایمان میں ایک نظر آپ ﷺ کو دیکھنے والا ظاہری و باطنی کمالات کی منازل طے کر لیتا تھا۔ چنانچہ سارے اولیاء اللہ مل کر بھی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ پھر اس دور کے مجاہدات مثلاً کفار کی مخالفت، مار پیٹ، فقر و فاقہ، فروغِ دین کے لئے لمبے لمبے پُر خطر سفر، ہجرت، اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال، ایسے کام تھے جن سے گزرنے کے بعد آدمی کا باطن صاف ہو کر کندن ہو جاتا تھا۔ صحابہؓ سے یہ بات تابعین کو بحیثیتِ جماعت ملی اور تابعین سے تبع تابعین کو بحیثیتِ جماعت ملی۔ چنانچہ ان تین ادوار میں خیر پوری جماعت میں غالب رہی۔ ان تین ادوار کو حدیث خَيْرُ أُمَّتِىْ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (صحیح بخاری) میں بیان کیا گیا ہے (یعنی بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے)۔

اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ خیرالقرون کی جامع شخصیات کی صحبتیں ناپید ہونے لگیں اور وہ مجاہدات جن سے پہلے دور کے لوگ گزرتے تھے، بوجہ غلبۂ اسلام کے ختم ہو گئے۔ نتیجتاً دینی معلومات حاصل ہونے کے باوجود عمل کی ظاہری اور باطنی کمزوریاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ اس دور میں صوفیاء کی جماعت نے کمر باندھ کر باطنی علوم، احوال، کیفیات اور مقامات کو حاصل کیا، سنبھالا اور دوسروں کو سکھانے کا نظام مرتب کیا۔ صوفیاء کی تربیّت سے گزرنے کے بعد واضح طور پر اہلِ زمانہ کو محسوس ہوا کہ وہ باطنی دولتیں جو ناپید ہو رہی تھیں وجود میں آنے لگیں۔

(جاری ہے)

(قسط:۱)

اصلاحی بیان

(حضرت پروفیسر ڈاکٹر قیصر علی صاحب دامت برکاتہم، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

(ترجمہ وتدوین: انجینئر ارسلان صاحب، مفید اضافات: انجینئر علاؤالدین صاحب)

(نوٹ: حضرت ڈاکٹر قیصر علی صاحب نے انجینئرنگ یونیورسٹی پشاور کے فارن ہاسٹل (ہاسٹل 5) میں طلباء سے خطاب فرمایا جس میں اکثریت عرب طلباء کی تھی۔ اصل بیان انگریزی زبان میں تھا۔ جس کا ترجمہ مع مفید اضافات پیش خدمت ہے)

راہنمائی کی ضرورت:

زندگی گزارنے کے لئے ہر انسان کو راہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے اور اس رہنمائی کو حاصل کرنے کے لئے وہ بعض ذرائع اختیار کرتا ہے جس سے اسے اچھی اور بری چیزوں کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ ان ذرائع میں آسمانی کتابیں، انبیاء، مذہبی شخصیات اور بعض مفکرین و دانشور شامل ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف ''عقل'' کو اپنا راہنما تسلیم کرتے ہیں اور عقل ہی کی روشنی میں اپنے لئے اچھائی اور برائی کی تعریف (Definition) کرتے ہیں۔

اچھائی اور برائی کی تعریف کون کرے گا؟

اچھائی اور برائی کی تعریف کیا ہے؟ کس سوچ، نظریئے اور عمل کو اچھا کہا جاسکتا ہے اور کس کو برا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ہر دور میں مختلف دانشوروں نے اپنے طور پر دینے کی کوشش کی ہے۔ انبیائے کرام کو دنیا میں بھیجنے کے مقاصد میں ایک بنیادی مقصد انہی سوالات کے بارے میں راہنمائی فراہم کرنا تھا۔ اچھی اور بری چیزوں کو ہم دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱)عالمگیر(Universal)اچھائی یا برائی (۲)غیر عالمگیر(Non-universal)اچھائی یا برائی

عالمگیر(Universal)اچھائی یا برائی:

اس سے مراد وہ اچھائی ہے جسے کسی بھی مذہب، نسل یا علاقے سے تعلق رکھنے والا انسان اچھا سمجھتا ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں مثلاً سچائی ایک عالمگیر اچھائی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔اسی طرح دیانت داری اور وفاداری وغیرہ بھی ایسی صفات ہیں جنہیں عالمگیر اچھائی قرار دیا جا سکتا ہے۔ عالمگیر اچھائیوں اور برائیوں کی ایک فہرست ایسی تیار کی جاسکتی ہے جس پر تمام انسانوں کا اتفاق ممکن ہے اگرچہ بعض صورتوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عالمگیر اچھائی یا برائی کی تشریح اور عملی تطبیق(Implementation) میں اختلاف ہو جائے لیکن بحیثیت مجموعی ان میں اتفاق ہی پایا جاتا ہے۔

غیر عالمگیر(Non-universal)اچھائی یا برائی:

اچھی یا بری چیزوں کا دوسرا مجموعہ غیر عالمگیر ہے یعنی اس طرح کی چیزوں کی اچھائی یا برائی مختلف ممالک اور خطوں میں مختلف ہوگی ،اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کسی سوچ اور عمل کو اچھا یا برا کہنے اور سمجھنے کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں۔مثلاً کسی بھی نظریے، خیال اور عمل کو اچھا یا برا کہنے کے معاملے میں مسلمان قرآن وسنت سے رہنمائی لیتے ہیں اور کافی ساری چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے مسلمانوں کا نقطہ نظر دیگر قوموں اور گروہوں سے بالکل مختلف ہے۔مثال کے طور پر ہم بحیثیت مسلمان قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں عورت کے بے پردہ پھرنے اور مردوں اور عورتوں کے اکھٹے مل بیٹھنے کے عمل کو درست نہیں سمجھتے جبکہ مغرب میں اسے برا نہیں سمجھا جاتا بلکہ ان کے لئے یہ ایک معمول(Routine) کی بات ہے۔

دوسری مثال پیسہ کمانے کی ہے۔ ہمارا دین ہمیں شراب کے کاروبار سے منع کرتا ہے لیکن مغربی ممالک میں اس طریقے سے پیسے کمانے کو اکثر لوگ برا نہیں سمجھتے۔ وہ آپ کو یہ دلیل دیتے نظر آئیں گے کہ جب قانون نے اس کاروبار کی اجازت دی ہے تو ہم کیوں ایسے شخص کی مخالفت کریں۔

اچھائی یا برائی کا فیصلہ کون کرے گا؟

اکثر غیر اسلامی ممالک میں معاشرہ کی اکثریت (Majority) ہی کسی عمل کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کرتی ہے مثلاً ممکن ہے کہ کسی وقت بعض اعمال اور نظریات کو غلط سمجھا جائے اور کچھ عرصے بعد معاشرے کی سوچ میں تبدیلی کی وجہ سے انہی اعمال اور نظریات کو اچھا سمجھا جانے لگے۔ میں نے جاپان اور چین میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ جاپان اور چین ایشیائی ممالک ہیں اور ایشیائی ممالک میں معاشرتی اقدار (Social values) کا حال اب بھی مغربی ممالک کے مقابلے میں کافی بہتر ہے۔ ۲۰۰۳ء میں پہلی مرتبہ میں چین گیا تو اس زمانے میں لڑکے اور لڑکیوں کی پارکوں اور ہوٹلوں میں غیر اخلاقی حرکتوں کو بہت نامناسب تصور کیا جاتا تھا لیکن 2011ء میں جب دوبارہ چین گیا تو وہ اس کو معمول کی کاروائی سمجھ کر اس کے عادی ہو گئے تھے۔

ہمارے معاشرے میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر کوئی شخص اپنی بہن کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہا ہو اور وہ ڈرامے میں لڑکے لڑکی کو عشق معشوقی کرتے ہوئے دیکھے تو یقیناً شروع میں اس کو یہ بات بہت نامناسب لگے گی لیکن بار بار اس طرح کے مناظر دیکھنے سے کچھ ہی عرصے بعد وہ اس کو معمول کی کاروائی سمجھنے کا عادی ہو جائے گا اور اس کو یہ بات بری نہیں لگے گی۔

لہٰذا جو اچھائی یا برائی عالمگیر (Universal) نہیں اور ان کو اچھا یا برا کہنے میں مختلف معاشروں کا اختلاف ہو تو ان کے بارے میں ہمیں انسانی عقل اور معاشرے کے اجتماعی فیصلوں کو ماننے کی بجائے دیگر کچھ ایسے ذرائع سے راہنمائی لینی ہوگی جن کے معیار (Standards) وقت کے

ساتھ تبدیل نہ ہوتے ہوں اور وہ ہر دور میں لوگوں کے لئے راہنمائی کا ذریعہ ہوں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ دعویٰ اور ایمان ہے کہ اسلام ہی وہ معیار (Standards) ہے جو ہر دور میں اچھائی اور برائی کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ہمیں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

انسانوں کے تجویز کردہ نظام: سوشلزم، کیپٹل ازم، لبرل ازم اور سیکولرازم

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں مفکرین نے اپنی طرف سے اچھی اور بری چیزوں کے مجموعے بنانے کی کوششیں کیں، اور اس کے نتیجے میں اپنے لئے خود ساختہ نظریے اور نظام تجویز کیے۔ مثلاً سوشلزم، سیکولرازم، لبرل ازم وغیرہ۔ ان تمام نظاموں کے مؤجدین اور مفکرین کا یہ خیال تھا کہ ان کے پیش کردہ نظام میں انسانوں کی رہنمائی اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

سیکولرازم (Secularism):

مثلاً سیکولرازم کے مطابق مذہب صرف مسجد یا گرجے تک محدود ہوگا اور ریاست، حکومت، تعلیم، معاشرت، تجارت، لین دین، سیاست اور معاشیات وغیرہ سے مذہب کا کوئی تعلق نہ ہوگا، بلکہ عوام کی اکثریت خالصتاً عقل کو بنیاد بنا کر جس قسم کے قوانین بنانا چاہے گی وہی معاشرے پر لاگو ہوں گے۔

سوشلزم / اشتراکیت / اجتماعیت (Socialism):

اشتراکیت واجتماعیت (Socialism) کا نظام معاشیات (Economics) کی بنیاد پر تجویز کیا گیا۔ سوشلزم کا پیغام یہ تھا کہ معاشی اعتبار سے معاشرے کے تمام افراد برابر ہیں۔ انفرادی طور پر کوئی شخص کسی ذریعہ پیداوار کا مالک نہیں ہوسکتا۔ حکومت ہی تمام وسائل اور پیداوار کی مالک ہے، وہی افراد کے پیشے متعین کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس نظام کے مؤجدین کا خیال تھا کہ امیر ہمیشہ

غریب کے ساتھ ظلم کرتا ہے اس لئے ایک ایسا نظام بنانا چاہیئے جس میں ان دونوں طبقوں (امیر اور غریب) کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔

سوشلزم کو روس اور چین وغیرہ میں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن تقریباً ۷۴ سال چلنے کے بعد یہ نظام ناکام ہو گیا۔ خود روس میں کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگا دی گئی اور عوام نے لینن کے مجسّمے کو اپنے ہاتھوں سے گرا کر پاش پاش کر ڈالا۔ روس کی معیشت جو انقلاب کے وقت ہی سے مسلسل ناکامی کا سامنا کر رہی تھی بری طرح تباہ ہو گئی اور روس کے صدر ''بورس یلسن'' کو بڑی حسرت سے یہ کہنا پڑا: ''کاش! سوشلزم کی ''خیالی جنت'' کا تجربہ روس جیسے عظیم ملک میں کرنے کے بجائے افریقہ کے کسی چھوٹے علاقے میں کر لیا گیا ہوتا تاکہ اس کی تباہ کاریوں کو جاننے کے لئے ۷۴ سال نہ لگتے۔''

سوشلزم کی ناکامی کی بنیادی وجہ:

سوشلزم کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہ نظام انسانوں کی فطرت کے خلاف تھا کیونکہ معاشرے کا ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو اور اس کو سرمایہ کمانے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق بسر کرے۔ یہ بات سوشلزم میں ممکن نہ تھی کیونکہ اس میں ایک ڈاکٹر یا انجینئر کو اور ایک پینٹر یا مزدور کو ایک ہی جتنی تنخواہ دی جاتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ میڈیکل یا انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان شعبوں میں تنخواہ کے اعتبار سے کوئی کشش ہی نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اس نظام میں چھوٹے سرمایہ دار تو بیشک ختم ہو جاتے تھے لیکن ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار (سوشلسٹ حکومت) وجود میں آجاتا تھا جو عوام کی دولت کو من مانے طریقے سے استعمال کرتا تھا۔ یہ ''بڑا سرمایہ دار'' نہ خدا کے سامنے جواب دہ سمجھا جاتا تھا، نہ عوام کے سامنے، جو نہ کسی مذہب کا پابند ہوتا تھا نہ اخلاق کا۔ چنانچہ پیداوار کا بہت تھوڑا حصہ محنت کش

عوام میں تقسیم ہوتا تھا اور باقی ساری دولت حکمراں جماعت کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism):

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشرے کے ہر فرد کو یہ آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی طریقے سے پیسہ کما سکتا ہے اور کسی بھی طریقے سے اسے خرچ کر سکتا ہے۔ حکومت اور مذہب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی فرد کے معاشی اور اقتصادی نظام میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔ اس نظام کے حامی حضرات کا خیال ہے کہ ہر شخص اپنے اچھے برے کی سمجھ خود رکھتا ہے، اس کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کاروبار کیسے چلائے اور نہ کسی معلمِ اخلاق کی ضرورت ہے۔ اس نظام کا بنیادی مقصد صرف ''ذاتی منافع'' ہے جسے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی غیر اخلاقی حرکت اور سوچ کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس نظریے نے بڑے بڑے کاروباری آقاؤں اور اجارہ داروں کو جنم دیا اور پورے ملک کے وسائل، پیداوار اور دولت کے خزانے چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں سمٹ کر رہ گئے۔ ان اجارہ داروں نے غریبوں کا شدید استحصال کیا۔

لبرل ازم (Liberalism):

لبرل ازم کی بنیاد دو نظریات پر قائم ہے۔ ایک Liberty یعنی آزادی اور خود مختاری، جب کہ دوسرا Equality یعنی برابری یا مساوات۔ اس نظریے کے مطابق معاشرے میں ہر فرد اپنے لئے شر اور خیر کو متعین کرنے میں آزاد ہے اور وہ اپنے آزادانہ خیالات کا اظہار دوسروں کے سامنے کھل کے کر سکتا ہے۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب یا معاشرتی اقدار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

برابری یا مساوات کے خوبصورت عنوان کے تحت یہ نظام مطالبہ کرتا ہے کہ معاشرے میں مرد و عورت، مسلم اور غیر مسلم، عیسائی غیر عیسائی، یا کسی اور مذہب کے مذہبی یا غیر مذہبی کو برابر کے

حقوق ملنے چاہئیں اور کسی خدا، مذہب یا قانون کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مردوں، عورتوں اور مسلم و غیر مسلم، عیسائی غیر عیسائی، یا کسی اور مذہب کے مذہبی یا غیر مذہبی کے حقوق میں فرق کرے۔ دوسرے الفاظ میں لبرل ازم دراصل "عقل کی خدائی" کا نام ہے۔

اسلام کا نظریہ آزادی و مساوات اور لبرل ازم:

دوسری طرف مسلمانوں کا مؤقف یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جس نے انسانوں کے فوائد اور نقصانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کی رہنمائی کا ایک معیاری نظام نازل کیا جسے اسلام کہتے ہیں۔ اس نظام میں انسان کو اگرچہ ایک خاص حد تک آزادی دی گئی ہے لیکن نفس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کی آزادی نہیں۔ خیر اور شر کو وحی کی روشنی میں متعین کر کے مردوں، عورتوں اور مسلم و غیر مسلم کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ معاشرے کی تمام ضرورتوں، فوائد، نقصانات اور صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دئے گئے ہیں۔ اسلام میں ہر شخص یا گروہ کو اس کے مراتب اور درجوں (Categories) کا خیال رکھتے ہوئے حقوق دئے گئے ہیں۔

اسلامی نظام کا بغور مطالعہ بتاتا ہے کہ تمام اسلامی قوانین عدل پر مبنی ہیں کیونکہ اصل انصاف یہی ہے کہ جس کا جو حق بنتا ہے اسے وہی حق دیا جائے۔ قرآن و سنت سے بھی ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ حقوق کا مساوی اور برابر ہونا کمال نہیں بلکہ طے شدہ حقوق کو نافذ کروانے اور ان پر عمل کرانے کے معاملے میں مساوات ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حقوق کی ادائیگی اور عمل درآمد کروانے کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت کو برداشت نہیں کرتا۔

اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ انسانی عقل اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی کسے کون سا حق دینا ہے کیونکہ انسانی عقل محدود ہے، اس لئے حقوق کے تعین کا فیصلہ وحی کے ذریعے کیا جائے گا۔

(جاری ہے)

اعتکافِ رمضان ۱۴۳۹ھ بمطابق 2018ء

(۱)

خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

خانقاہ اشرفیہ عزیزیہ نے دس سال پورے کر لئے۔ خانقاہ کا یہ دسواں رمضان و اعتکاف تھا۔ دینی مدارس کی چھٹیاں ہونے کی وجہ سے آخرِ شعبان سے علماء وطلباء کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ پورا رمضان روزانہ بوقت افطار مجلسِ ذکر ہوتی ہے ۳۰ سے لیکر ۶۰ تک کا مجمع روزانہ ہو جاتا تھا۔ آخری عشرہ کے اعتکاف میں ۱۰۳ افراد دس یوم کے لئے جبکہ ۱۳۰ افراد دو دن سے لے کر ۷ دن تک کے لئے شامل ہوئے۔ خانقاہ کے پہلے سات سالوں میں چار ختم تراویح میں ہوتے رہے جبکہ گزشتہ ۳ سالوں میں تراویح کے چار ختموں کے علاوہ تین آدمیوں کی جماعت کے ساتھ پانچواں ختم مغرب اور عشاء کے درمیان نوافلِ اوابین میں ہوا۔ خانقاہ کے روزانہ کے معمولات میں عصر تا مغرب حیاۃ الصحابہ (فضائلِ اعمال حضرت مولانا زکریا صاحبؒ) نیز اسی کتاب سے فضائلِ نماز کی تعلیم ہوتی رہی۔ تعلیم اعتکاف میں شامل علماء حضرات کرتے تھے۔ کبھی کبھی استعداد والے ڈاکٹر صاحبان، فوجی اور سرکاری افسر بھی کتاب پڑھتے تھے۔ اس کے بعد جہری ذکر، دعا اور افطار ہوتی تھی۔

تراویح کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سے تعلیم ہوتی تھی۔ حضرت علامہ طفیل کوہاٹی صاحب کتاب پڑھتے ہوئے مشکل الفاظ کی تشریح کر لیتے تھے۔ ڈھائی بجے سحری دی جاتی تھی۔ نمازِ فجر کے بعد کی تعلیم بھی حیاۃ الصحابہ اور فضائلِ نماز سے ہوتی تھی۔ اشراق تک ساتھی جم کر

بیٹھتے تھے۔اشراق سے ۱۱ بجے دن تک اور ظہر تا عصر آرام کا وقت ہوتا تھا۔دن ساڑھے گیارہ تا ایک یا سوا ایک بجے تک اصلاحی مجلس ہوتی تھی جس میں حضرت علامہ طفیل کوہاٹی صاحب نقشِ درویش کے مضامین ایک گھنٹہ یا سوا گھنٹہ تک سناتے تھے۔ ان کے خیال میں نقشِ درویش میں اصلاحی و علمی مضامین جدید سائنس، فلسفہ اور نفسیات کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں، زبان بھی مشکل نہیں اور یہ ترتیب عوام سے زیادہ مدارس کے طلباء اور علماء کے لئے پُرکشش ہے۔اس موضوع کو انھوں نے خوب محنت، ہمت اور اپنی گونج دار آواز کے ساتھ پیش کیا۔عملی طور پر محسوس ہوا کہ ساتھیوں نے خوب انہماک کے ساتھ سنا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بندہ کا بیان ہوتا رہا۔بندہ شروع سے ہی کہہ دیتا ہے کہ پہلے تین دن مجمع کو بندہ کی باتیں سمجھنے میں مشکل محسوس ہوگی۔اگر سمجھیں گے تو حیرت و کوفت محسوس ہوگی کیونکہ جس جمہوری، معاشی، معاشرتی اور صلحِ کُل (Compromise) والی ترتیب کا اسلام ہم گردوپیش اور ذرائع ابلاغ (Print and electronic media) سے سن کر آئے ہوتے ہیں اس کے ساتھ تو یہاں واضح ٹکر محسوس ہوتی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے "فک کل نظام" (سارے باطل نظاموں کو دھڑام سے گرادو) سے شروع کر کے صحابہ کرام کے قتال اور معرکوں تک اور حضور اکرم ﷺ کے پیٹ پر پتھر باندھنے سے لے کر سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، عبدالقاہر جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوکھے ٹکڑے کھانے اور ستو پھانک کر گزارا کرنے کی ترتیب کو بیان کیا جاتا ہے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پچیس سال تک تنہا جنگلوں صحراؤں کی عبادت کی زندگی اور حضرت علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی بارہ سال تک صرف گولر درخت کے پھیکے پھل کھا کر گزارا کرنے کو بیان کیا جاتا ہے۔درمیانی تین دن مجمع بیان کو برداشت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔آخری

تین دن پھر ہمارے بزرگوں کی اس ترتیب کو سن کر مجمع لطف اٹھاتا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

(دیدۂ کور: اندھی آنکھ)

فضل الرحمان آفریدی صاحب، خوشحال صاحب اور ندیم مروت صاحب کی نعت خوانی، کلامِ اقبال، سیف الملوک اور رحمان بابا کے کلام کا ترنم تو گویا مردوں کو زندہ کر رہا تھا۔ آخری تین دن کے ختم میں حافظ صاحبان کی خوش الحانی تھکاوٹ کو اڑا دیتی تھی اور بھلا دیتی تھی۔

مطبخ (لنگر) کے ساتھیوں نے خوب دل لگا کر مہمانوں کی خدمت کی۔ بندے کے مرید اخلاق صاحب خانقاہ کے لئے دو خس کی ٹٹی والے کولر (Desert cooler) لائے تھے۔ ڈاکٹر وقار صاحب نے ہال میں ہوا کا داخلہ اور ایگزاسٹ پنکھے کے ساتھ ہوا کو باہر نکالنے کا نظام مرتب کیا اور یہ ترتیب دو تین ساتھیوں کو سکھا دی۔ یوں اعتکاف کے نو دنوں میں سے چھ دن درجۂ حرارت ۲۸، ۲۹، ۳۰ ڈگری سینٹی گریڈ رہا، دو دن درجہ حرارت ۳۱ رہا جبکہ ایک دن ۳۲ ڈگری سینٹی گریڈ رہا۔ اس طرح موسم کے لحاظ سے بہت آسودگی محسوس ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ سب ساتھیوں کی ان کوششوں کو قبول فرمائے۔

سلسلے کی شاخوں میں لوند خوڑ مردان کی خانقاہ میں ماسٹر عزیز صاحب کی نگرانی میں تقریباً پچیس آدمیوں کا اعتکاف ہوا اور سلسلہ کی ترتیب کے مطابق اعمال ہوئے۔ لوند خوڑ میں ہی مولانا حافظ طاہر صاحب نے اپنی مسجد میں اعتکاف کیا اور سلسلے کی ترتیب کے مطابق اعمال کئے۔ کوہاٹ میں ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب کی خانقاہ میں دو ختمِ قرآن تراویح میں ہوئے اور اصلاحی مجلس ہوتی رہی۔

ڈھوڈیال مانسہرہ کی خانقاہ میں ایک ختمِ قرآن تراویح میں ہوااور اصلاحی مجالس ہوئیں۔ پی ایچ ڈی کے سکالر حافظ زبیر صاحب نے چین میں ختمِ قرآن تراویح میں کیا۔ ختم پر بندہ نے آن لائن بیان کیا جو وہاں سنا گیا۔

(۲)

مسجد فردوس پشاور یونیورسٹی

زیرِ نگرانی حضرت ڈاکٹر قیصر علی صاحب دامت برکاتہم ،انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور

ہمارے سلسلے کی ترتیب میں رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف بھی شامل ہے۔ الحمدللہ! پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی مسجد فردوس میں ڈاکٹر قیصر علی صاحب کی نگرانی میں دس دنوں کا اعتکاف بخیر و عافیت اختتام پزیر ہوا جس میں ۹۱ افراد شریک ہوئے۔ سنت اعتکاف والے ۶۵ اور نفلی اعتکاف والے ۲۶ افراد تھے۔ اس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات شریک ہوئے جن میں علماء کرام، فوجی افسر، میڈیکل ڈاکٹر، وکلاء، پروفیسر، نوجوان طلباء شامل تھے۔

ہمارا اعتکاف دس دنوں کا ایک پورا تربیتی واصلاحی کورس ہوتا ہے جس میں مختلف مجالس ہوا کرتی ہیں اور سب سے نمایاں پوری رات کی نماز تراویح پڑھنا ہے جس میں دو ختم القرآن مکمل کئے جاتے ہیں۔ تراویح کے بعد سیرت النبی ﷺ اور قرآن شریف کے معجزاتی پہلو پر پرکیف اور دل نشین گفتگو ہوتی ہے، جس سے ساتھیوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اور قرآن سے لگاؤ اور کشش بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد سحری کا انتظام ہوتا ہے۔ سحری کے بعد سے نماز تک ساتھی تہجد، تلاوت اور انفرادی ذکر واذکار میں وقت گزارتے ہیں۔ نمازِ فجر کے بعد حضرت صاحب سلسلے میں بیعت حضرات کیلئے اشراق تک

برکات رمضان سے تعلیم فرماتے ہیں۔ اشراق کے بعد سارے ساتھی گیارہ بجے تک آرام کرتے ہیں۔ ساڑھے گیارہ بجے سے تقریباً ایک بجے تک اصلاحی بیان ہوتا ہے۔ یہ بیان تربیتی کورس کا گویا مغز ہوتا ہے۔ اس میں بہت سی تصوراتی غلط فہمیوں کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد مفتی صاحب کی زیرِ نگرانی آدھا گھنٹہ مسائل کی تعلیم ہوتی ہے جس میں ساتھیوں کو بنیادی دینی مسائل سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دو گھنٹے آرام کیلئے دیے جاتے ہیں۔ مغرب کی نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے تنبیہ الغافلین سے تعلیم کی جاتی ہے۔ اس کے بعد سلسلے کا اجتماعی ذکر اور دعا ہوتی ہے اور پھر افطاری شروع ہو جاتی ہے۔ مجموعی طور پر سارے ساتھی الحمدللہ بڑے ذوق وشوق سے سارے اعمال میں شریک رہے۔ اعتکاف کے آخر میں ساتھیوں کے تاثرات سے واضح اندازہ ہو رہا تھا کہ ان دس دنوں نے سارے ساتھیوں کے دلوں میں فکرِ آخرت، قرآن شریف سے شوق اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی نئی روح پھونک دی ہے۔ زیادہ تعداد میں ساتھیوں نے اپنے لئے سلسلے کی کتابیں خریدیں، جس میں آسان ترجمۂ قرآن، سیرت مصطفیٰ ﷺ، تعلیم الاسلام، بہشتی زیور، بہشتی گوہر نمایاں تھیں اور بہت سے ساتھیوں نے ہمارے دینی وٹس ایپ گروپ میں شامل ہونے کیلئے اپنے موبائل نمبر دیے۔ اعتکاف کی آخری مجلس میں سارے ساتھیوں سے خلاصہ کے طور پر کہا گیا کہ نیک مجالس میں شرکت کرنے سے ایک خصوصی تاثیر حاصل ہو جاتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نیک کاموں میں دل لگنا شروع ہو جاتا ہے اور برائی کے کاموں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ اب اس تاثیر کو کس طرح محفوظ اور برقرار رکھا جائے اس کیلئے صرف اپنے ماحول کو نیک بنا دیں۔ ماحول کیا ہے؟ ماحول آپ کا موبائل، کمرہ، کمپیوٹر، آپ کے دوست احباب وغیرہ ہیں۔ اپنے ماحول کو نیک بنانے کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ اپنے آپ کو مصروف رکھیں کیونکہ فارغ انسان کسی نہ کسی گناہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ آج کل بدنظری کے مواقع بہت زیادہ ہیں، اس سے اپنے

آپ کو بچائیں کیونکہ اس سے روحانی ترقی ماند پڑ جاتی ہے۔ تیسرا یہ کہ لغویات میں وقت گزارنے سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ مؤمنین کی صفات میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ وہ لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں۔ لغو کام وہ ہے کہ جس میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ دنیا کا۔ باقی اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے ہدایت اور صراطِ مستقیم کی دعائیں مانگتے رہیں۔ ان شاءاللہ... اللہ تعالیٰ فضل کر کے قبول فرمالیں گے۔

(۴)

مسجد المطیری اسلامیہ کالج پشاور

(حضرت پروفیسر الطاف حسین صاحب دامت برکاتہم، اسلامیہ کالج پشاور)

اعلیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کے حکم پر میں نے اسلامیہ کالج کی اپنی محلے کی مسجد المطیری المعروف ٹرائبل مسجد میں جب رمضان کے سنت اعتکاف کا آغاز کیا تو حیرت ہوئی کہ اس مسجد میں اس سے پہلے اعتکاف نہیں ہوا تھا۔ دیگر مساجد کا معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہاں بھی یہی صورت حال ہے حتیٰ کہ جامع مسجد میں بھی بڑے حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی قدس سرہٗ کے بعد ایک عرصہ سے اعتکاف موقوف تھا۔ حضرت والا کی دعاؤں اور برکت سے مسجد المطیری میں چند سال میں محلّہ کے کئی افراد کو ترغیت دے کر پچھلے پانچ سال سے ہر تین بڑے مساجد میں اب ہر سال دس بارہ سے لیکر پندرہ بیس تک ساتھی بیٹھتے ہیں اور یوں ان جامع مساجد میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اعتکاف کی سنت کا احیاء کیا۔

اس سال رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ میں بھی ہر تین مساجد میں ساتھی اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ میں اپنے محلّہ کی مسجد المطیری میں ساتھیوں سمیت بیٹھا رہا۔ مستقل ساتھیوں کے علاوہ نفل

اعتکاف میں دودو، تین تین، بعض ساتھی سات آٹھ دن کے لئے بھی بڑے ذوق وشوق سے حاضر باش رہے۔

روزانہ صبح ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے یعنی ظہر کی نماز سے پہلے تک مجلس، پھر عصر سے سحری تک مسلسل مجالس اور شب بیداری رہی۔ صبح کی نماز کے بعد اشراق تک انفرادی اعمال اور پھر آرام کے لئے ساتھی دن گیارہ بجے تک لیٹ جاتے۔ ان مجالس میں مسلسل حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات اور ان کی پاکیزہ سنتوں پر عمل کی ترغیب بیانات میں بھی اور تعلیمات میں بھی رہی۔ ساتھیوں کے ذوق و شوق کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں حضور اقدس ﷺ کا ذکر اور تذکرہ جاری رہتا اور ساتھیوں کو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلتا۔ خصائص کبریٰ، فضائل درود شریف، العطور المجموعہ، تنبیہ الغافلین اور دیگر کتب کے علاوہ حضرت والا مولانا ڈاکٹر فدا صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات کا چرچہ رہا۔

کئی ننھے ساتھیوں نے بڑے بڑے گناہوں سے خود بھی اور اپنے گھر والوں کو اطلاع کر کے توبہ تائب ہونے کا کہا جن میں زیادہ تر سود، زکوٰۃ نہ دینا، میراث کی تقسیم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی برکات اور فیوض کو مزید دوام بخشے۔ جو بھی ہے انہی کا ہے۔

ما ہرچہ خواند ایم فراموش کردہ ایم

الّا حدیثِ یار کہ تکرار مے کنم

جو بھی پڑھا وہ بھول گیا سب کا سب مجھے

بس یار کی ایک بات ہے تکرار جس کا ہے

(منظوم ترجمہ از حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم)

☆☆☆☆☆

رویتِ ہلال

(علامہ ہشام الٰہی ظہیر صاحب، وکیل ہائی کورٹ وفیڈرل شریعت کورٹ)

(انتخاب: حضرت ڈاکٹر محمد طارق صاحب دامت برکاتہم، پشاور)

(نوٹ: علامہ ہشام الٰہی ظہیر صاحب جو کہ ہائی کورٹ اور فیڈرل شریعت کورٹ کے وکیل ہیں اور قرآن وسنت فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر ہیں، ان کا ایک بیان سوشل میڈیا پر گردش کر رہا ہے اور ان کے فیس بک صفحہ پر بھی سنا جاسکتا ہے۔ ان کا بیان قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ادارہ)

معزز سامعین گرامی قدر! دورِ حاضر کے ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف آپ سب ساتھیوں کی اور حکمرانوں کی بھی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں ایک عرصے سے یہ بات محسوس کی جا رہی ہے کہ رویتِ ہلال کمیٹی کے سربراہ ہمیشہ جانبداری اور تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ کس طرح؟ وہ پٹھانوں کی یا خیبر پختونخواہ میں رہنے والے مسلمانوں کی گواہی کو صرف مسلکی اختلاف کی وجہ سے قبول ہی نہیں کرتے۔ ان کا مکتب فکر (سکول آف تھاٹ) اگر بریلوی ہے تو خیبر پختونخواہ کی اکثریت دیو بند کی ہے، وہاں کی گواہی وہ قبول ہی نہیں کرتے اور نعوذ باللہ ان کے بارے میں لطیفے بنائے ہوئے ہیں کہ جی یہ گھر سے چاند لے کر نکلتے ہیں اور انھوں نے اس بات کا (ان لطیفوں کا) میڈیا پر اور معاشرے کے اندر اظہار کیا ہے۔ لوگو! یاد رکھو، نبی اکرم ﷺ کے فرامین اور اجماعِ امت ہے کہ ایک بندۂ مسلم اگر وہ ثقہ ہو، سچا ہو، گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اس کی رویت کو مانا جائے گا۔ چاند کو دیکھنے کا نصاب چار گواہوں کا نہیں ہے جبکہ مفتی صاحب آئے روز کالم لکھتے ہیں کہ جمِ غفیر نہ دیکھے تو میں نہیں مانوں گا۔ وہاں پرسو، سو لوگوں نے گواہیاں دی ہیں۔

مفتی صاحب کا عجیب وغریب مزاج ہے۔ آپ خود اندازہ کیجئے، اس سال خاص طور پر اُن کا یہ تعصب کھل کر سامنے آگیا ہے۔ پاکستان کے مشرق میں جتنے ملک ہیں، پاکستان کے مغرب میں جتنے

ملک ہیں، چاند نے نکلنا تھا ابتداء سے آسٹریلیا، جاپان سے، کوریا سے، وہاں چاند نکل آیا، ملائیشیا میں نکل آیا، انڈونیشیاء میں نکل آیا، ترکی میں نکل آیا، برصغیر کی حدود میں پہنچا تو غائب ہوگیا، مسقط کے قریب پہنچا تو پھر نکل آیا۔ اگر پاکستان سے مسقط کی سرحد کو دیکھا جائے تو گوادر سے کتنا دور ہے؟ پھر ساری عرب دنیا میں نظر آگیا۔ آج شرم کی بات ہے، تضحیک کی بات ہے، افسوس کی بات ہے، پوری دنیا کے اندر یہ واحد ایک حصہ ہے، ایک خطہ ہے کہ اس کے دائیں بھی عید ہو رہی ہے، اس کے بائیں بھی عید ہو رہی ہے جبکہ یہ مسلمان مجبور ہیں ریاستی پابندی کی وجہ سے، یہاں پر روزہ رکھا جارہا ہے۔ لوگو! عید کے دن روزہ رکھنا، یہ شریعت کے اندر بہت بڑا احرام کام ہے لیکن چونکہ ہم ریاست کے پابند ہیں لہٰذا اس کا گناہ سارا کا سارا مفتی منیب کے سر پر ہوگا اس کے تعصب کی وجہ سے۔ میں آپ کو صدقِ دل سے بتا رہا ہوں، صحیح تحقیق کر کے بتا رہا ہوں، اگر کوئی بندہ چاند دیکھ کر فون کرنے کی کوشش کرے تو لائن کاٹ دی جاتی ہے۔ فون ہی نہیں اٹھایا جاتا۔ یہ انہوں نے دین کا مذاق بنایا ہوا ہے۔ شریعت کا مذاق بنایا ہوا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ جس نے شک کا روزہ رکھا اس نے مجھ پر نازل ہونے والی شریعت کا انکار کیا۔ میں آپ کو یہ نہیں کہتا کہ روزہ چھوڑیں، ہم تو ریاست کے پابند ہیں جب تک کہ ہم اپنا انتظام نہ کرلیں اور گواہیوں کو براہ راست وصول نہ کریں، لیکن جب تک ہم نے یہ کام نہیں کیا ہم ریاست کے پابند ہیں، سارے کا سارا گناہ ان کے سر ہے۔ آپ خود غور کیجئے کہ پوری دنیا میں عید ہو رہی ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ چاند کے اگرچہ مطالع مختلف ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے چاند ایک دن لیٹ ہو لیکن اللہ چاہے تو ساری دنیا میں ایک ہی دن بھی طلوع کرسکتا ہے۔ ضد سے اور ہٹ دھرمی سے تعصّبات پھیلتے ہیں۔

معاشرے میں پٹھانوں کے بارے میں عجیب وغریب قسم کا تاثر پایا جانا شروع ہوگیا ہے کہ یار وہ جھوٹ بولتے ہیں نعوذ باللہ! وہ جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں نعوذ باللہ۔ بھائی! اگر کوئی ثقہ مسلمان، پانچ

وقت کا نمازی، سچا، شرعی حدود کی پابندی کرنے والا مسلمان گواہی دیتا ہے اس کے حق میں گیا ہے۔ پوپلزئی صاحب نے کہا کہ سو سے زیادہ اس کو گواہیاں موصول ہوئی ہیں۔ اس کا بھی ایک مذاق بنایا ہوا ہے۔ لوگو! یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں مسئلہ کچھ اور ہے۔ مفتی منیب صاحب کے ذہن میں پتہ نہیں کہاں سے غلط فہمی آگئی ہے، ہم تو اس چیز کے قائل ہیں کہ جس خطے میں چاند نظر آئے ادھر عید ہے اور یہ حدیث کے مطابق ہے، لیکن مفتی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک ہی وقت میں عید کر دی مکہ اور مدینہ کے ساتھ تو کہیں لوگوں کا رجحان ادھر نہ ہو جائے نعوذ باللہ۔ اللہ رب العزت مفتی صاحب کو بھی ہدایت دے اور ہمارے ایسے اچھے حکمران آئیں جو اس طرح کی جانبدار کمیٹیوں سے ہماری جان چھڑا دیں۔

(صفحہ ۳۲ سے آگے) اب انہوں نے ہمیں عجیب شش و پنج (Confusion) میں ڈال دیا۔ پہلے تو یہ کہتے تھے کہ مسجد قاسم علی خان والے غلط ہیں۔ بھائی ہمارے لئے تو ہر وہ بندہ غلط ہے جو امت میں بے اتفاقی کا باعث ہے لیکن جو اپنی آنکوں سے دیکھ چکا ہو! میرا تعلق تو پشاور سے نہیں ہے، میں تو پوپلزئی صاحب سے ملا بھی نہیں ہوں نہ میں منیب الرحمٰن سے ملا ہوں۔ دیکھیں ہم تو اس بحث ہی میں نہیں پڑتے۔ ہم بحیثیت کلمہ گو مسلمان ہیں اور کلمہ پڑھ کر گواہی دے رہے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔ جب آپ کے پاس ایسا کوئی طریقہ کار (Mecahnism) نہیں ہے تو پھر بند کریں، دفع کریں اس سارے معاملے کو۔ اگر آپ نے عید والے دن روزہ رکھ کر ہم سب کو شیطان بنانا ہے تو بھی کم از کم ہم تو نہیں بنیں گے شیطان۔

میں راولپنڈی کا بندہ ہوں، پیدائشی پنجابی ہوں اور یہیں کا رہائشی ہوں، میرا یہ پیغام ہے اور یہ میں اس لئے دے رہا ہوں کہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ یہ پنجابی، پٹھان، سندھی، بلوچی سے ہٹ کر بات ہے۔ میرے دوستوں نے وٹس ایپ وغیرہ پر میرا نمبر دیا اور لوگوں کو میں نے یہی کہا (گواہی دی)۔ اللہ ہمیں اس قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ کل کے روزے کا جو سارا کا سارا وبال ہے وہ مفتی منیب کے سر ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

ایک ضروری رسالہ کی تصنیف کی ضرورت

(از ملفوظات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ انتخاب: پروفیسر ڈاکٹر قیصر علی صاحب، پشاور)

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک رسالہ ایسا لکھا جاتا کہ جس میں ہر پیشہ ور کے معاملات کے احکام اور ان کی شرعی حیثیت بصورت مسائل بیان کردئے جاتے تو بڑی سہولت ہوجاتی۔ اس لیے کہ لین دین وغیرہ میں آج کل نئی نئی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اور اکثر احکامِ شرعیہ کے خلاف عمل درآمد ہو رہا ہے اور ان سے اجتناب کرنے کو لوگ دشوار سمجھتے ہیں یہ سب مشکلیں حل ہوجاتیں۔ فرمایا کہ آپ آج کہہ رہے ہیں میں نے تو ایک عرصہ ہوا اس وقت چاہا تھا کہ سب اہل معاملہ اپنے اپنے معاملات کو سوال کی صورت میں جمع کرکے مجھ کو دے دیں چاہے وہ تجارت پیشہ ہوں یا زراعت پیشہ ہوں یا ملازمت پیشہ وغیرہ وغیرہ، میں کوشش کرکے ان کے متعلق روایتیں جمع کردوں گا اور احکام بتلادوں گا پر کسی نے میری مدد نہ کی۔ بڑے کام کی کتاب ہوتی۔ اسی کے متعلق میں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ اگر کثیرۃ الوقوع (زیادہ واقع ہونے والے) معاملات پر دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی حرج نہیں۔ اس سے بہت ہی قوت ہوگئی تھی کہ اب تو کوئی مانع ہی نہیں رہا اور میں خود اس لیے نہیں لکھ سکا کہ مجھ کو معاملات یا واقعات ہی کی خبر نہیں۔ اس لیے اگر تجارت پیشہ، زراعت پیشہ، ملازمت پیشہ، اہل صنعت و حرفت، یہ سب ان چیزوں کے متعلق واقعات بصورت استفتاء جمع کرکے دے دیتے تو سوال و جواب کی صورت میں ان کے احکام جمع کردیتا۔ اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر جواز نہ نکلتا تو میں نے یہ طے کیا تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر فتوی دے دوں گا، امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر فتوی دے دوں گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر فتوی دے دوں گا، اور اگر ان سے کوئی صورت نہ نکلے گی تو ان کی سہل تدابیر بتلاؤں گا کہ یوں کرلیا کرو جس صورت سے یہ جواز نکل آتا اور کوئی بات سمجھ ہی سے باہر ہوئی تو اس کا کوئی علاج نہیں، معذوری ہے۔

پنڈی میں رویتِ ہلال

(انتخاب: حضرت ڈاکٹر محمد طارق صاحب دامت برکاتہم، پشاور)

(نوٹ: سوشل میڈیا پر ایک پنڈی کے رہائشی مسلمان بھائی نے شوال کا چاند خود بمع اپنے دو بیٹوں اور محلے کے کچھ لوگوں کے دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس بات کا تذکرہ ۳۰ جون ۲۰۱۸ء کے ایک قومی انگریزی اخبار ڈان (Dawn) میں بھی آیا ہے۔ قارین کی معلومات کے لئے لکھا جا رہا ہے۔ حوالے خود کوشش کر کے نکالیں)

میں بحیثیت مسلمان جو شرعی تقاضے ہیں ان کے مطابق روزہ افطار کر کے تقریباً سات بج کر تینتیس منٹ (۷:۳۳) پر چھت پر چلا گیا۔ میرا دو منزلہ گھر ہے۔ وہاں سے میں نے چاند دیکھا۔ میں ہر سال چانداسی جگہ سے دیکھا کرتا ہوں۔ جو مخصوص سمت ہے جہاں پر ہمارے گھر سے چاند نظر آتا ہے وہ قبلہ رخ سے تھوڑا سا بائیں جانب ہے۔ مجھے جب چاند نظر آیا تو میرے دو بیٹے ہیں ماشاءاللہ، جو کہ شرعاً بالغ ہے ایک کی عمر سولہ سال ہے اور ایک کی سترہ سال، ان کو میں نے بلایا کہ بیٹا آپ بھی دیکھ کر تصدیق کر دیں کہ واقعی جو مجھے نظر آیا ہے وہ چاند ہے۔ انہوں نے بھی دیکھا، ان کی بھی گواہی ہو گئی۔ پھر نیچے سڑک پر لوگوں کو بلایا، تھوڑے ہی لوگ تھے لیکن بہر حال دو تین لوگ تھے انہوں نے پوچھا کیا چاند نظر آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں اور رخ ان کو بتا دیا انہوں نے کہا ہاں جی ٹھیک ہے اور تقریباً سات بجکر اکتالیس منٹ (۷:۴۱) تک چاند نظر آتا رہا۔ پہلی رات کا چاند یہی کوئی دس پندرہ منٹ تک نظر آتا ہے۔ اس کے بعد ہم مسلسل کوشش کرتے رہے کہ (رویتِ ہلال) کمیٹی والوں سے رابطہ ہو جائے۔ سوا آٹھ بجے (۸:۱۵) تک میں نے کوشش کی پھر آخر میں نے مفتی منیب الرحمان کو میسج کیا اس نمبر پر جو اس نے دیا تھا۔ اس پر بھی کسی قسم کا کوئی Response (جواب) نہیں آیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ٹی وی پر اعلان Announcement ہو گیا کہ جی شوال کا چاند نظر نہیں آیا اس لئے کل روزہ ہو گا۔ (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

ملازمت میں چوری

(جناب ڈاکٹر محمد صاحب، گومل میڈکل کالج، ڈیرہ اسماعیل خان)

بیع (خریدنا اور بیچنا) کی ایک قسم بیعِ اشیاء اور ایک قسم بیعِ خدمات ہے۔ ہماری ملازمت بیعِ خدمات کا معاہدہ ہے۔ اس میں جہاں تعلیم، مہارت اور تجربہ طے ہوتے ہیں، وہاں اوقاتِ کار بھی طے ہوتے ہیں۔ پہلی تین چیزیں تو یکبارگی ہوتی ہیں۔ اوقاتِ کار معاہدۂ ملازمت کے اختتام تک لاگو ہوتے ہیں۔ ملازمت میں تین قسم کی چوریاں ہوسکتی ہیں: مال، وقت اور کام چوری۔ مال چوری کو تو گناہِ کبیرہ سمجھا جاتا ہے لیکن باقی دو کو تو گناہِ صغیرہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ یہ دونوں بھی اسی درجہ کے گناہِ کبیرہ ہیں۔ گناہ کو گناہ جان کر کرتے رہنا تو گناہ ہے لیکن گناہ کو گناہ نہ سمجھنا، یا گناہِ کبیرہ کو گناہِ صغیرہ سمجھنا، اس میں تو ایمان کے زیاں کا اندیشہ ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض لوگ حکام کی اجازت یا رخصت لئے بغیر کام سے غیر حاضر رہ کر بعض اوقات کسی انفرادی یا اجتماعی فرض یا نفل تعبدی اعمال (عبادت والے اعمال) میں لگنے کو نیکی اور کارِ ثواب سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسا سمجھنا تو اس سے زیادہ ایمانی خطرے کا باعث ہے کہ آدمی اس غیر حاضری میں کسی گناہ کے عمل میں لگ کر اسے گناہ تو سمجھے۔

نوٹ: مثلاً آدمی کا لیکچر پوری طرح تیار نہیں اور وہ چاشت کے نوافل اور دیگر ذکر و اذکار میں لگا ہوا ہے تو گویا اس نے فرض کام کو تو چھوڑ دیا اور نفل میں مصروف ہو گیا۔ مریض بیٹھے انتظار کر رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب تلاوت میں لگے ہوئے ہیں یا جماعت کی نصرت کو چلے گئے ہیں۔ تو کیا یہ فرض کا ترک نہ ہوا۔ (ادارہ)

☆☆☆☆☆

نعمتیں جو سب کی سب جنت میں ہے ۔۔۔ آپؐ کی اِک دید پر قربان ہیں

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

رومن رسم الخط : اردو کے خلاف سازش

(ممتاز ماہر لسانیات پروفیسر ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے ۲۶ اپریل ۲۰۱۸ء کے ایک اخبار میں شائع شدہ انٹرویو سے اقتباس،
انتخاب: ڈاکٹر صفدر صاحب بلکی مروت)

رومن رسم الخط اردو کے خلاف سازش ہے۔ یہ زبان کو بڑھانے کا نہیں تباہ کرنے کا منصوبہ ہے۔ ہر زبان کے حروف تہجی (ابتدائی حروف جیسے ا، ب، ت) اس کی صوتی، لسانیاتی مجبوریوں، ضرورتوں اور پابندیوں کے بعد بنتے ہیں۔ رسم الخط کسی بھی زبان کے تلفظ کو ظاہر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اردو کے تلفظ کے لئے اردو کا رسم الخط ضروری ہے۔ ''رومن'' میں غ، ع نہیں لکھ سکتے، رشید اور راشد کیسے لکھیں گے۔ انگریزی میں تو انگریزی کا تلفظ ادا نہیں ہوسکتا، لکھتے کچھ ہیں اور بولتے کچھ ہیں۔ آپ اردو کو ''رومن'' میں لکھنے کی بات کررہے ہیں، یہ ایک تکنیکی مسئلہ ہے۔ ہر زبان کے اپنے صوتئے (آوازیں) ہوتے ہیں، انگریزی میں ۴۴ صوتیے ہیں، جب کہ حرف تہجی ۲۶ (26) ہیں۔ ان کے پاس تو اپنے حرف پورے نہیں، وہ ایک آواز کے لئے دو لفظ استعمال کرتے ہیں، دنیا کی کسی زبان کے حرف تہجی بے عیب نہیں، لیکن اس کے مقابلے میں اردو میں ۵۶ (56) آوازیں ہیں، تو ۵۳ حرف تہجی ہیں۔ رومن رسم الخط میں پانچ، چھ حرف ایسے ہیں، جو کسی آواز کو ظاہر نہیں کرتے۔ جیسے ''ڈبلیو'' کا تلفظ ہونٹوں کو گول کرکے ادا کرتے ہیں، ہم اسے ''وی'' کی طرح بولتے ہیں۔ ون (ONE) میں تو 'وی' کی آواز ہے اور لکھا اسے ''او'' سے جاتا ہے۔ انگریزی رسم الخط کے تو اپنے مسائل ہیں۔ جارج برنارڈ شا نے کہا تھا: ''جو انگریزی کے ہجے کے قواعد ٹھیک کردے، اسے میری جائیداد سے بیس ہزار پاؤنڈ دے دیئے جائیں۔'' وہ اب تک کوئی نہ لے سکا۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ آسان ترجمے اور مروج انگریزی الفاظ کو قبول نہ کرنے کے حامی ہیں۔ کراہیت کے خیال سے کسی لفظ کو انگریزی میں ادا کرنے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ انگریزی میں بھی ہے۔ جیسے حکیم صاحب کسی مریض کے پیشاب کی جانچ کرنے کے لئے اسے قارورہ کہتے تھے، جس کے معنی کانچ کی شیشی کے ہیں، لیکن مجازی معنوں میں سمجھ لیا جاتا تھا کہ یہ پیشاب ٹیسٹ کرنے کو کہتے ہیں۔